اسلام اور اجتماعی زندگی

(ترجمہ و تلخیص، از مولوی حکیم عبدالقوی صاحب دریابادی)

[ذیل میں لندن کے ایک ہندو سالسٹر مسٹر آر۔ اے نہرا کے فاضلانہ مقالہ کا ملخص ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ موصوف نے یہ مقالہ اسلامک سوسائٹی لندن کے جلسہ میں پڑھا تھا۔]

تین اسباب ہیں جن کی بنا پر ایک ہندو اس بحث پر تقریر کر رہا ہے۔ سب سے پہلا سبب یہ ہے کہ میں اگرچہ ہندو پیدا ہوا، لیکن بچپن سے ہمیشہ مسلمان ہمسایوں اور دوستوں میں رہا۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ ہندو مسلمان الگ الگ نہیں رہتے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ ہندو مذہب اپنے پیروؤں کو یہ نہیں سکھاتا کہ وہ دوسرے مذاہب کو برا کہیں یا نظر حقارت سے دیکھیں۔ رواداری اور غیر ضرر رسانی، ہندو دھرم کے اساسی اصول ہیں۔ تیسرا سبب یہ ہے کہ میں نے مذہب اسلام کا مطالعہ کیا ہے، اور پندرہ سال سے اسلامی قانون کی پریکٹس کر رہا ہوں۔ میں اپنے موضوع کو ذیل کے تین عنوانات میں تقسیم کرونگا۔

(۱) کاروباری اخلاق۔ (۲) عام اخلاق۔ (۳) صنفی اخلاق۔

میں ہر عنوان میں اختصار برتوں گا کیونکہ ساتھ ہی ساتھ مجھے اپنے بیانات کی توضیحی مثالیں بھی دینی ہیں جو مجھے اپنے چند سال کے پیشہ کے تجربات میں ملی ہیں۔

میں یہ بات صاف صاف کہنا چاہتا ہوں، کہ میرا موضوع تقریر، اخلاق کا وہ اصلی معیار ہے

جسکی حضرت محمدؐ کی عظیم المرتبت ہستی نے بنا ڈالی اور تبلیغ کی، اور جس پر انھوں نے اور ان کے سچے پیرووں نے عمل فرمایا۔ یہ معیار اتنا اعلیٰ ہے کہ عہدِ حاضر کا ہر وہ مرد یا عورت جو مادیت کے سیلاب میں غرق ہے، اس کے مطابق زندگی بسر کرنے میں دقت محسوس کریگا۔

سب سے پہلے کاروباری اخلاق کو لیجیے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ روئے زمین پر اسلام ہی وہ اکیلا مذہب ہے، جو سُود کو حرام قرار دیتا ہے۔ اگر آپ اس مفید ترین و اعلیٰ اصول کی تحلیل کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ موجودہ اقتصادی نظام، جسکا دار و مدار سُود پر ہے، سراسر غلط ہے۔ روپیہ ایک جاندار چیز نہیں۔ وہ دوگنا چوگنا نہیں ہوتا۔ ایک پونڈ خواہ وہ چاندی کا ہو یا سونے کا، جہاں کہیں اور جس زمانہ میں بھی ہوگا، کسی طرح بھی وہ دو پونڈ میں متبدل نہیں ہوسکتا۔ وہ ایک ہی پونڈ رہیگا، خواہ وہ کسی بادشاہ کے ہاتھ میں ہو، یا کاشتکار کے ہاتھ میں ہو، فوجی جنرل کے ہاتھ میں ہو، ڈاکٹر کے ہاتھ میں ہو یا کاشتکار کے ہاتھ میں۔ یہی وجہ ہے کہ شارعِ اسلام نے اپنے متبعین کو سُود کے لینے اور دینے سے منع فرمایا۔ حرص کی ایجاد کردہ چیزوں میں سود، بنی نوعِ انسان پر بے رحمی کی بدترین شکل ہے، اسکا ارتکاب مادیت سے مغلوب اور روحانیت سے بے بصر مخلوق، احمقانہ پندار کے ساتھ کرتی رہتی ہے۔ سود کے لین دین کے نتائج بہت دور رس، اور سوسائٹی کے سکونِ دماغی کو بڑی طرح تہ و بالا کرنے والے ہوتے ہیں۔ عہدِ حاضر کے قوانین کی رو سے ۴۸ فیصدی تک سود لینا روا ہے۔ شاید آپ حضرات میں سے بعض اس بات سے ناواقف ہوں کہ انگلستان میں ایک سودخوار ۴۸ فیصدی تک سود قانوناً لے سکتا ہے، اسکا مطلب یہ ہوا کہ اگر ایک شخص آج سَو پونڈ قرض لیتا ہے تو سال بھر میں اسے ۴۸ پونڈ دینے ہونگے، اور دو سال گذر جانے پر زرِ اصل سے تقریباً دوگنی رقم دینی پڑیگی۔ اس مہاجنی سود کی بدولت خدا معلوم کتنے خاندان تباہ ہوچکے ہیں۔ میں نے خود ایسے واقعات دیکھے ہیں جن میں ان سُود

خواروں ہی کی وجہ سے تباہی آئی۔ جب کوئی شخص ان سود خواروں کے چنگل میں جا پڑتا ہے تو شرح سود کی زیادتی کی بدولت شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے کہ وہ شخص حریص ساہوکار کے پنجہ سے صحیح و سالم نکل سکے۔ موجودہ زمانہ کے ماہرین اقتصادیات، سود کے کاروبار کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ آخر کیوں؟ محض اس لیے کہ سود کے اصول کی وجہ سے اُنکے ہاتھ وہ رقم زائد لگ جاتی ہے جو اُنکی نہیں۔ یہ سودی کاروبار بہت ہی مہیب پیمانہ پر جاری ہے، جسکا نتیجہ یہ ہے کہ حرص اور خود غرضی، اپنی انتہائی خوفناک شکل میں ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے، اور اقوام عالم ایک قعرِ عظیم کے کنارے آ لگی ہیں اور ہر وقت اپنے ہاتھوں پیدا کی ہوئی تباہی میں جا گرنے کے لیے تیار ہیں۔

تعمیری انجمنیں، بینک اور بیمہ کمپنیاں سطحی اعتبار سے مضبوط معلوم ہونے کے باعث بہت ہی مفید اور ضروری ادارے سمجھی جاتی ہیں۔ اب میں آپ کے سامنے ایک ایسی مثال پیش کرونگا جو میرے جیسے پیشے والوں کو، اپنے پیشہ کے سلسلہ میں اکثر پیش آتی ہے۔ ایک شخص نے ایک مکان بارہ سو پونڈ میں خریدا۔ اور یہ طے پایا کہ وہ ماہ بماہ آٹھ پونڈ کی قسطیں ادا کریگا۔ ان آٹھ پونڈوں میں نصف سے زیادہ رقم، پہلے دس سال کے سود کی رقم ہے۔ وہ شخص سات سال تک یہ قسطیں کسی نہ کسی طرح ادا کرتا رہا۔ آٹھویں سال وہ بیمار پڑا، اور ساتھ ہی اسے اپنے کاروبار میں خسارہ ہوا، اور وہ تین ماہ تک قسطیں ادا نہ کر سکا۔ تعمیری انجمن، جو سود خوار ہی کی ایک معزز شیطانی شکل ہے، ہر ماہ اُس پر تاوان عائد کرتی رہی۔ میں اُس غریب مگر ایمان دار۔ خریدار کا مشیرِ قانونی تھا۔ وہ بیچارہ قسطیں ہی ادا کرنے سے قاصر تھا۔ یہ تاوان کا بار کہاں سے ادا کرتا۔ مگر قانوناً یہ تاوان لگانے والے سود خوار حق بجانب تھے۔ انجام کار، انجمن نے اپنے مشیرانِ قانون کو اُس خریدار پر مقدمہ دائر کرنے کی ہدایت کی۔ میں نے ان کے پاس جا کر منت استدعا کی، اور اُس ایماندار

خریدار کی تفصیلی صورتِ حال بیان کی - انہوں نے جواب دیا کہ "ہمیں افسوس ہے - لیکن کیا کیا جائے، قاعدہ کی پابندی لازمی ہے، اور ڈائرکٹران بجز اسکے اور کچھ نہیں کر سکتے کہ واجب الادا قسطوں کی وصولی کا سلسلہ جاری رکھیں"۔ اسکے بعد انہوں نے مقدمہ دائر کیا اور بالآخر اُس مکان کا قبضہ حاصل کر کے اُس شخص کو معہ اُسکے گھر والوں کے اُس مکان سے جس میں انکے سات برس گذرے تھے، نکال باہر کیا - یہ ساری کارروائی از روئے قانون جائز تھی، اور بعض لوگ کہینگے کہ یہی مناسب تھی - لیکن کیا انسانیت اسی کا نام تھا؟ اگر سود کا اصول نہ ہوتا تو یہ شخص زراصل بآسانی ادا کر چکا ہوتا، اور کمپنی اتنی بیرحمی نہ کر سکتی - کیونکہ ایسی صورت میں کمپنی کو نہ کوئی ضرورت محسوس ہوتی اور نہ طمع دامنگیر ہوتی کہ وہ شخص مذکور پر مقدمہ چلا کر، مکان پر قبضہ کریں اور اُس مکان کو پھر کسی ایسے شخص کے ہاتھ بیچ ڈالیں جو باقاعدہ اصل وسود ادا کرتا رہے - اسلام کے قانون کے مطابق، ایک تاجر، اپنے ہم پیشہ تاجر یا دوست کو روپیہ قرض دیتا ہے اور مقروض اس رقم کو بسے شکریہ اور احسانمندی کے ساتھ واپس کرتا ہے - خیال تو کیجیے کہ یہ اصول کتنا زیادہ مبنی بر انسانیت ہے، اور سود نہ لینے کے ...... اعلیٰ اور شریفانہ اصول میں کتنی خالص ہمدردی و محبت ابجنسی پنہاں ہے۔ کوئی شخص بھی اپنے روپیہ کو سود پر چلا چلا کر، اپنی حرص میں اضافہ نہیں کرتا - یہ ظاہر ہے کہ جب کاروباری معاملات میں انسانیت برتی جائیگی، خود غرضی میں کمی ہوگی تو اسکا نتیجہ یہ نکلے گا کہ زندگی کے جھگڑے گھٹیں گے اور روزمرہ کی زندگی اور کاروباری معاملات میں زیادہ اطمینان قلب نصیب ہوگا۔ میں عہدِ حاضر کے سودخوار اداروں کی شقاوت اور خارج از انسانیت کارروائیوں کی بیسیوں مثالیں دے سکتا ہوں - اسلام کے متعلق بہت سے لوگ، عجیب عجیب نظریے رکھتے ہیں، اور بہت کم ایسے ہیں جو اسلام کی اُس اصلی اور بے آمیز شکل کا مطالعہ کرتے ہیں جو اُسکے ضعیف دماغ والے اور محض زبانی پیرووں کی آمیزشوں سے پاک ہے -

کاروباری اخلاق کے بعد ہم "صنفی اخلاق" کے موضوع کو لیتے ہیں۔ آپ میں سے بعض نے سُنا ہوگا کہ اسلامی قانون میں ایک اصول "خلوت صحیحہ" کا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ کیا چیز ہے؟ یہ اخلاق کا بلند ترین اصول ہے جو انسانوں کے لیے اُنکے ان ذاتی تعلقات میں جو وہ صنفِ مقابل سے رکھتے ہیں، واجب العمل بتایا گیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ میں اُن لوگوں کے فائدہ کے لیے، جو اس اصول سے ناواقف ہیں، اسکی تعریف بیان کردوں۔ اُس عظیم الشان شارع (اسلام) کے زمانہ میں گوکہ علمِ برق کا اتنا چرچا نہ تھا، لیکن وہ انسانی زندگی میں علٰحدگی کی ضرورت اور بھلائی سے بخوبی واقف تھے۔ سائنس کی اصطلاح میں بھی، انسانوں کا باہمی صنفی تعلق "برقی رو" ہی کا نام ہے۔

جس طرح انسانی زندگی کے تسلسل کے لیے یہ صنفی تعلق ضروری ہے، اُسی طرح یہ امر بھی ضروری ہے کہ وہ قواعد و اصول بھی عمل میں لائے جائیں، جنکے ذریعہ انسانیت کا بہترین طریق پر تحفظ ہوسکے، اور اسکا قیام، بلا سوسائٹی کے تباہ و برباد ہوئے رہ سکے۔ انسان لازمی طور سے ایک پیکرِ اخلاق ہے۔ آپ نے یہ کہاوت سُنی ہوگی کہ "اگر دولت چلی گئی تو کچھ بھی نہ گیا، اگر تندرستی چلی گئی تو کچھ چلا گیا، اور اگر اخلاق چلا گیا تو سب کچھ چلا گیا"۔ ایک انسان بغیر اعلیٰ اخلاق کے ایک درندہ سے بدتر، اور ایک سانپ سے زیادہ نقصان پہنچانے والا ہوتا ہے۔ اس لیے حضرت محمدؐ کی عظیم المرتبت ہستی نے اعلیٰ اخلاق کے تحفظ کا اعلیٰ ترین اصول (خلوت صحیحہ کی صورت میں) بیان فرمادیا۔ اسلامی قانون میں خلوت صحیحہ کے معنی یہ ہیں کہ اگر ایک مرد اور عورت، جو ایک دوسرے کے غیر محرم ہیں، کسی جگہ اکٹھے اس حال میں پائے گئے کہ وہ تنہا ہیں، اور انہیں وہاں کسی قسم کا اندیشہ نہیں، تو قانون کے ظاہری اعتبار سے گویا وہ مرتکب جرم ہوئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے گوکہ نیم قانونی الفاظ استعمال کیے ہیں لیکن مطلب کی خاصی توضیح ہوگئی ہے۔

اب میں اُسی برقی رَو کی مثال کو پھر بیان کرتا ہوں - جو لوگ علم برق کے اصول سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ برقی رَو، مثبت اور منفی دو قسم کی ہوتی ہے - یہ دونوں قسمیں باہم ملنے کے لیے ہمہ وقت تیار اور بیتاب رہتی ہیں - جب تک ان دونوں کے مابین خاصا فاصلہ رہتا ہے یا دونوں کو علٰحدہ رکھنے والی کوئی چیز موجود ہوتی ہے، اس وقت تک یہ دونوں اپنے اپنے خول میں دوڑتی رہتی ہیں - لیکن جوں ہی علٰحدہ رکھنے والی چیز ہٹا دی جاتی ہے، یا باہمی فاصلہ ایک خاص حد تک کم کر دیا جاتا ہے، فوراً دونوں ایک دوسرے کی طرف لپکتی ہیں اور شعلہ پیدا ہو جاتا ہے - اس موقع پر چاہے ساری دنیا مل کر شعلہ نہ اُٹھنے کی دعا کرے تب بھی اس سے کچھ حاصل نہ ہوگا - ہر چیز کے لیے فطرت نے قانون اور اصول مقرر کر رکھے ہیں - قانون توڑو گے تو اس کا انجام بھی بھگتو گے - انسانی اور اخلاقی دنیا بھی اٹل قوانین سے اُسی طرح جکڑی ہوئی ہے جس طرح جسمانی دنیا - بنا بریں خلوت صحیحہ ہی کا اعلیٰ اصول مرد اور عورت کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ اپنے اعلیٰ ترین اخلاق کو قائم رکھیں - یہی وہ اصول ہے جس کے مطابق یورپ میں لوگ نوجوانوں کو علٰحدہ رکھنے کیلئے "محافظ عورتیں" رکھتے ہیں - اسلام ان لوگوں کی ہرگز ہمت افزائی نہیں کرتا جو اچھے اصولوں کو قدیم اور دقیانوسی کہکر چھوڑ دیتے ہیں - میں نے مانا کہ بہت سے مسلمان سچے مسلمان نہیں اور اسلام کے اعلیٰ معیار کے عامل نہیں - لیکن میرا مقصد تو صرف یہ جتانا ہے کہ اسلام میں ایک ایسا معیار موجود ہے - کون شخص ہے جو دُنیا میں بد اخلاقی کے سیلاب کی روز افزوں زیادتی سے، جس کا نتیجہ دنیا کے روز افزوں زوال کی صورت میں نکل رہا ہے، بے خبر ہے؟ وہ دن کچھ دور نہیں، جبکہ ہمیں، باوجود اسکے کہ ہم دنیا میں اہم اور معزز حیثیت رکھتے ہیں، ان لوگوں کی حماقت کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا جو اخلاق کے اعلیٰ اصول نہیں برتتے -

موجودہ زمانہ کا رواج ہے کہ نوجوان مرد و عورت کھلے بندوں پھرتے رہتے ہیں اور

جب چاہیں بلا کسی پابندی کے باہم ملتے ہیں۔ یہ رواج دنیا کی موجودہ غیر اطمینان بخش حالت کا ذمہ وار ہے۔ مسرت گھٹ رہی ہے اور بے چینی بڑھ رہی ہے۔ میں نے انگلستان میں اپنی نو سالہ پریکٹس کے دوران میں بہت سے ازدواجی مقدموں میں پیروی کی ہے، جنمیں فریقین زیادہ تر انگریز تھے، اس سلئے میں بیان کرسکتا ہوں کہ اُن زوجین کی زندگی جو اخلاق کے اعلیٰ معیار پر عامل نہیں ہوتے، کتنی ناخوشگوار ہوتی ہے۔ بعض بعض مسلمانوں نے بھی اپنے مذہب اور اُسکے اعلیٰ معیار کو بھلا کر اپنے سر مصیبت مول لی ہے۔ افراد کی، اور اُنکے توسط سے اقوام اور دنیا کی صحت اور مسرت کا دارومدار، اخلاق کے اُس اچھے اور عمدہ معیار پر ہے جو کاروباری زندگی اور خانگی زندگی دونوں میں برتا جائے۔ اسلام اُس معیار کو ہم پہونچاتا ہے۔ میری تمنا ہے کہ ہر مسلمان سچا مسلمان ہو جائے۔ کیونکہ اس وقت اسلام زیادہ پھیلے گا، اور دوسرے مذاہب سے وسیع تر اسکی اشاعت ہوگی۔

اب میں چند لفظ عام اخلاق کے متعلق کہوں گا۔ اسلام ہی وہ مذہب ہے جو ہر قسم کی نشہ آور چیزیں شراب وغیرہ کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ موجودہ زمانہ کی دنیا خصوصاً نئی دنیا، جان چکی ہے کہ روزمرہ کی عام زندگی کی بہتری اسی میں ہے کہ شراب جیسی بڑی چیز سے احتراز کیا جائے۔ اسلام اپنے ماننے والے کو کسی حال میں اور کسی رسم کے موقع پر شراب پینے کی اجازت نہیں دیتا۔ شراب کی خرابیاں بحیثیت مجموعی اتنی زیادہ مشہور و معروف ہیں کہ انکی تفصیل کی حاجت نہیں ہر سال انکی بدولت کتنے خاندان تباہ ہو جاتے ہیں، کتنے بھلے اور ہونہار اشخاص شروع ہی میں اپنے مفید کارنامہ ہائے حیات سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اسلام میں عیش پسندی کو بھی سختی کے ساتھ قابل تحقیر سمجھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک سچے مسلمان کے لیے روا نہیں کہ وہ اپنی دیواروں پر، یا کہیں اور تصویریں لگائے۔ زندگی کی سادگی اس کا اعلیٰ ترین مقصد رکھا گیا ہے۔ یہ عیش پسندی ہی ہے

جو لوگوں میں تفرقہ ڈالتی، اور امیروں کو خود غرض اور غریبوں اور غیر مستحقوں سے بے پروا بناتی ہے۔ جو کچھ مغرب میں ہو رہا ہے، اس پر نظر ڈالیے۔ وہاں یہ ممکن ہے کہ ایک دولت سے لدا پھندا امیر، لندن کے مشرقی حصہ میں ایک غریب بھائی رکھتا ہو۔ مغربی حصہ لندن کے تمام تھیٹر، سینما، اور رسٹورنٹ ہر روز بھرے رہتے ہیں۔ درآنحالیکہ لکھو کھا آدمیوں کو کھانا اور ضروری کپڑا میسر نہیں ہوتا۔ اور یہ صورت حال طبعی اور صحیح سمجھی جاتی ہے۔ افسوس، محض ذاتی مفاد کے لیے انسانی ہستیاں کتنی بری طرح انصاف اور راستی کے معیار کو توڑتی مروڑتی ہیں۔

(اسلامک ریویو)

بحوالہ "صدق"

توحید و سنت کا علمبردار

الفرقان (بریلی)

الفرقان دین الٰہی کا مبلغ۔ ملت اسلامیہ کا بیباک محافظ۔ مذاہب باطلہ کے مقابلہ میں مسلمان کا بہترین مناظر، اور جھوٹے پیروں اور جعلی مولویوں کیلیے موت کا پیغام ہے کتاب و سنت اور اصول فطرت کی روشنی میں دین حق کی تائید و حمایت اور مذاہب باطلہ کی تردید و مخالفت اسکا نصب العین ہے۔ وہ اختلافی مسائل پر انتہائی متانت اور بنظیر سنجیدگی کے ساتھ بحث کرتا ہے۔ الفرقان کا ادبی معیار بھی نہایت بلند ہے اور دوسرے مذہبی صحائف میں جسکی نظیر ملنی بھی دشوار ہے اگر آپ ہندوستان میں توحید و سنت کا بقا و تحفظ چاہتے ہیں تو آج ہی کی تاریخ سے الفرقان کے خریدار ہو جائیے اور حمایت ملت و احیاء سنت کے فریضہ میں ہمارا ہاتھ بٹائیے۔ (سالانہ چندہ کاغذ قسم اول ۳/ قسم دوم ۲/) مینیجر الفرقان بریلی ۔ یوپی